کہ جمہوریت ایک لادینی نظام ہے اور اس کے علمبردار مذہب سے بیزار تھے جب کہ خلافت کی بنیاد ہی خدا، اس کے رسول اور آخرت کے تصور پر ہے اور اس کے اپنانے والے انتہائی متقی اور بلند اخلاق انسان تھے۔

ہمارے خیال میں جیسے دن اور رات یا اندھیرے اور روشنی میں سمجھوتہ ناممکن ہے بالکل ایسے ہی دین اور لادینی یا خلافت اور جمہوریت میں بھی مفاہمت کی بات ناممکن ہے۔ لہٰذا اگر جمہوریت کو بہر حال اختیار کرنا ہے تو اسے توحید و رسالت سے انکار کے بعد ہی اپنایا جا سکتا ہے ؂

باطل دوئی پرست ہے حق لاشریک ہے　　شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

کیا ووٹوں کے ذریعے اسلام لایا جا سکتا ہے؟

آج کے دور میں بعض اسلامی ذہن رکھنے والے حضرات اور نیک نیتی سے اسلامی انقلاب کے داعی لیڈر جب دیکھتے ہیں کہ اقتدار پر قبضہ کیے بغیر اسلامی نظام کی ترویج ناممکن ہے تو اس کا حل انھوں نے یہ تلاش کیا ہے کہ نیک شہرت رکھنے والے امیدوار انتخاب کے لیے نامزد کیے جائیں اور عوام میں اسلامی تعلیمات کا پرچار ایسے نیک نمائندوں کی ہر ممکن امداد پر لوگوں کو ابھارا جائے تاکہ اسمبلی میں نیک لوگوں کی کثرت ہو جائے۔ موجودہ جمہوری دور میں معاشرہ کی اصلاح اور اسلامی نظام کی ترویج کی یہی واحد صورت ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس سلسلہ میں ان کی تائید نہیں کر سکتے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ووٹوں کے ذریعہ نہ آج تک کبھی اسلام آیا ہے اور نہ آئندہ آ سکتا ہے۔ اگر ایسا ہونا ممکن ہوتا تو انبیاء اس پُرامن ذریعۂ انتقالِ اقتدار کو ضرور استعمال کرتے۔

بنی نوعِ انسان کے لیے قرآن کریم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بہتر دستور ناممکن ہے اور قرآن کریم کی تبلیغ کے لیے جو ان تھک اور جان توڑ کوششیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں دوسرا کوئی نہیں کر سکتا۔ آپؐ کو جاں نثار اور مخلص پیروکاروں کی ایک جماعت بھی مہیا ہو گئی جو اسلام کے عملی نفاذ کے لیے صرف تبلیغ و اشاعت اور پروپیگنڈا پر ہی انحصار نہیں رکھتے تھے بلکہ اپنی پوری پوری زندگیاں اسی قالب میں ڈھال لی تھیں، صحابہؓ کی جماعت گویا قرآنی تعلیمات کے چلتے پھرتے نمونے تھے لیکن تیرہ سال کی انتھک کوششوں کے باوجود یہ تو نہ ہو سکا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اسلامی ریاست قائم کر لیتے۔

جب ایک بہترین دستور بھی موجود ہو اور اس کو عملاً نافذ کرنے والی جماعت بھی مثالی کردار کی مالک ہو، وہ تو اس دستور کو کثرت رائے کے ذریعہ نافذ نہ کر سکی تو آج کے دور میں یہ کیونکر ممکن ہے؟

اسلامی نظام کی ترویج کے لیے اقتدار کی ضرورت سے انکار نہیں۔ لیکن رائے عامہ کو صرف تبلیغ کے ذریعے ہموار کرنا اور اس طرح اسلامی انقلاب برپا کرنا خیالِ خام ہے۔ اس کے لیے ہجرت، جہاد اور دوسرے ذریعے ہی اختیار کرنے پڑیں گے جیسا کہ انبیاء اور مجاہدین اسلام کا دستور رہا ہے۔

جماعت اسلامی پوری نیک نیتی سے اسلامی نظام کی داعی ہے اور جب سے اس جماعت نے عملاً سیاست میں حصہ لینا شروع کیا ہے مندرجہ بالا نظریہ کے مطابق نیک امیدوار کھڑے کرتی رہی ہے۔ لیکن ہر الیکشن میں ہمیشہ پٹتی ہی رہی ہے۔ ۱۹۷۰ء میں جب یحییٰ خان نے انتخابات کرائے ـــ اور غالباً پاکستان کی پوری تاریخ میں یہی انتخابات آزادانہ اور منصفانہ ہوئے تھے ـــ تو انتخابات سے ایک دو روز قبل تک تمام سیاسی مبصرین اور اخبارات کی یہی رائے تھی کہ پیپلز پارٹی اور جماعت اسلامی کا انتخابی مقابلہ برابر کی چوٹ ہے لیکن جب نتیجہ نکلا تو پیپلز پارٹی بھاری اکثریت سے جیت گئی جب کہ جماعت اسلامی کو صرف چار نشستیں مل سکیں۔

ایسے مایوس کن نتائج کی وجہ یہی ذہنی مغالطہ تھا کہ عوام الناس کو محض وعظ و تبلیغ سے نیک بنایا جا سکتا ہے۔ جماعت اسلامی زیادہ سے زیادہ یہ کچھ کر سکتی تھی کہ اسمبلی کی پوری نشستوں کے لیے اتنے ہی بڑے نیک اور صالح نمائندے کھڑے کرے لیکن انہیں ووٹ دینا تو عوام کا کام ہے۔ اس مقام پر جماعت کی پوری کارکردگی بے بسی کا شکار ہو جاتی ہے۔ عوام کی اکثریت زبانی طور پر بے شک جماعت اسلامی کو نیک اور دیانتدار اور اسلام کی داعی جماعت تصور کرے لیکن اسے ووٹ نہیں دے گی۔ ووٹ تو کوئی شخص صرف اس وقت دے سکتا ہے جب اپنے آپ پر اسلام کے نفاذ کو قبول کرے۔

موجودہ طرزِ انتخاب کی تطہیر

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ نمائندے ایسے منتخب کیے جائیں جو اس کے اہل ہوں اور علاوہ ازیں ووٹ دینے کا حق بھی قرآن و سنت کے قاعدہ کے مطابق صرف صالح افراد کو ملنا چاہیے۔ گویا متقی لوگ ہی کھڑے ہوں اور صرف صالحین کو ووٹ کا حق ہو تو اس طرح بہتر نتائج کی پوری توقع ہے۔